۸ر جون ۱۹۷۱ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

جلد ۳۰ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | شمارہ ۲۲

اس شمارے میں

سالانہ رپورٹ

انجمن ترقی اردو ہند

بابت سال ۱۹۷۰ء۔ ۱۹۷۱ء

امسال انجمن کی مجلس عام کے دو جلسے، مجلس عاملہ کے دو جلسے، ادبی کمیٹی کا ایک جلسہ اور مالی کمیٹی کا ایک جلسہ ہوا۔

کئی سال سے حکومت کی گرانٹ بہت تاخیر سے ملتی ہے جس کی وجہ سے انجمن کے کاموں میں خاصی دقت پیش آتی ہے۔ تاراچند کمیٹی کی یہ سفارش حکومت نے مان لی تھی کہ انجمن کو گرانٹ دو قسطوں میں دی جائے۔ پہلی قسط مئی یا جون میں اور دوسری دسمبر تک۔ اس سفارش پر کئی سال تک عمل ہوا مگر ادھر حکومت نے ہماری گرانٹ مستقل کے بجائے ایڈ ہاک کر دی جس کی وجہ سے مجھے بار بار وزارت تعلیم کو یاددہانی کرنی پڑی۔ امسال کی گرانٹ تو مشروط کر دی گئی تھی کہ جب تک ریویونگ کمیٹی انجمن کے کام کی رفتار کو قابل اطمینان قرار نہ دے اس وقت تک گرانٹ ملتوی رہے۔ یہ ریویونگ کمیٹی تاراچند کمیٹی کی سفارش کے مطابق حکومت کو پانچ سال پہلے مقرر کرنی چاہیے تھی، مگر اس کا تقرر اکتوبر ۱۹۷۰ء میں ہوا۔ اس کے صدر پروفیسر مجیب وائس چانسلر جامعہ ملیہ اور ممبر ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، ڈاکٹر نورالحسن ایم پی اور جناب فراق گورکھپوری مقرر ہوئے۔

ہماری ساری کوشش کے باوجود کمیٹی کا پہلا جلسہ ۴رجنوری ۱۹۷۱ء سے پہلے نہ ہو سکا، مگر بدقسمتی سے صدر کے علاوہ کوئی اور ممبر شریک نہ ہو سکا۔ ہاں حکومت کی طرف سے مسٹر این۔ سی سکسینہ شریک ہوئے۔ پروفیسر مجیب نے تین گھنٹے تک دفتر کا معائنہ کیا، مطبوعات دیکھیں، جنرل سکریٹری سے تمام مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا اور اس کے بعد دوسرے جلسے کی تاریخ ۲۵رجنوری ۷۱ء مقرر کی۔ اس جلسے میں ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی بھی شریک تھے۔ ریویونگ کمیٹی نے اسی دن وزارت تعلیم کو یہ سفارش بھیج دی کہ انجمن کی ۱۹۷۰ء ۱۹۷۱ء کی گرانٹ فوراً ادا کر دی جائے۔ اس کے علاوہ جنرل سکریٹری کی یہ تجویز منظور کر لی کہ انجمن کی گرانٹ میں اضافہ کیا جائے اور انجمن کی لغت، مطبوعات اور ایک نئے اجتماعی علوم کے سہ ماہی رسالے کے لئے مزید رقم دی جائے۔ ریویونگ کمیٹی کی سفارشات پر ابھی حکومت کے فیصلے کا انتظار ہے، لیکن قوی امید ہے کہ ہماری گرانٹ میں قرار واقعی اضافہ ہو جائے گا۔ انجمن ریویونگ کمیٹی کی شکر گزار ہے کہ اس نے انجمن کے کام کو بہ نظر استحسان دیکھا اور اس کی گرانٹ میں اضافے کی سفارش کی۔

امسال حکومت سے ۱۹۷۰ء۔ ۱۹۷۱ء کی گرانٹ ۱۷راپریل ۱۹۷۱ء کو ملی، یعنی پورا مالی سال گزر جانے کے بعد ملی۔ اس کی وجہ سے ہمیں مجبوراً ۳۰راپریل تک اپنے حسابات کھلے رکھنے پڑے اور مالی سال تیرہ مہینے کا کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ چونکہ انجمن کو کارکنوں کو تنخواہیں ماہ بہ ماہ دینے کے علاوہ اپنا سارا کام کسی نہ کسی طرح چلانا تھا اس لئے ۱۰۰۰۰ ۲۳ عمارت فنڈ

فی کاپی: ۱۵ پیسے
قیمت سالانہ: ۵ روپے

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

سے قرض لینا پڑا جو گرانٹ وصول ہونے کے بعد ۹ فی صد سود کے اضافے کے ساتھ عمارت فنڈ کو واپس کیا گیا۔ چونکہ اب کاغذ مہنگا بھی ہو گیا اور وقت پر ملتا بھی نہیں ہے اور انجمن اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اکٹھا کاغذ خرید سکے اس لئے ہماری ادبی مطبوعات وقت پر پریس سے چھپ کر آسکیں۔ امید ہے کہ ری ویونگ کمیٹی کی سفارشات منظور ہو جانے کے بعد گرانٹ پہلے کی طرح دو قسطوں میں مل سکے گی اور ہمارے سارے کام زیادہ خوش اسلوبی سے چل سکیں گے۔

انجمن کے تین ممبروں کی جگہیں حسب دفعہ ۳ (iii) خالی ہو گئیں۔ اس کے علاوہ ہمارے ایک ممتاز ممبر اور اردو کے مشہور محقق اور عالم پروفیسر عبدالقادر سروری کا حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے مارچ ۱۹۷۱ء میں انتقال ہو گیا۔ اس طرح چار خالی جگہوں کے لئے نامزدگیاں طلب کی گئیں اور اس کے بعد ووٹ کے پرچے جاری ہوئے۔ مجلس عاملہ کے ۱۲ رمئی کے جلسے میں حسب ذیل حضرات مجلس عام کے ممبر قرار دئے گئے۔

(۱) پروفیسر اختر اورینوی
(۲) جناب عابد علی خاں
(۳) ڈاکٹر حنیفی شاہد
(۴) ڈاکٹر یوسف حسین خاں

انجمن ان نئے ممبروں کا خیر مقدم کرتی ہے۔ ابھی صدر کی طرف سے حسب دفعہ ۴ (ب) ایک ممبر کی نامزدگی باقی ہے۔

جدید قواعد کی رو سے ریاستی شاخوں کے نمائندے بھی مجلس عام کی رکنیت کے حقدار قرار دئے گئے تھے۔ اگرچہ چند ریاستی شاخوں نے جدید قواعد کی رو سے اپنے انتخابات کر لئے، مگر بیشتر میں ویسا نہ ہو سکا۔ اس لئے ریاستی شاخوں کے نمائندوں کی نامزدگی اب تک التوا میں رہی ہے۔ ریاستی شاخوں کی بہتر تنظیم ہونے اور سب جگہوں پر قواعد کے مطابق انتخابات ہو جانے پر مجلس عاملہ کی ہدایات کے مطابق ریاستی شاخوں کے نمائندے بھی مجلس عام کے ممبر قرار دئے جائیں گے۔ یہ مناسب نہ معلوم ہوا کہ چند ریاستی شاخوں کے نمائندے شریک ہوں اور بیشتر شرکت نہ کریں۔

فی الحال انجمن کی بارہ ریاستی شاخیں ہیں۔

دہلی، اتر پردیش، بہار، مغربی بنگال، مدھیہ پردیش، گجرات، آندھرا پردیش، راجستھان، مہاراشٹر، پنجاب، ہریانہ، جموں و کشمیر۔

میں میسور میں ریاستی شاخ قائم کرنے کے لئے جناب سید محمد علی اور محمود ایاز سے خط و کتابت کر رہا ہوں۔ مدراس کے لئے پروفیسر عبدالوہاب بخاری نے کنوینر بننے پر آمادگی ظاہر کی ہے، مگر ابھی تک ایڈہاک کمیٹی کے ممبروں کے نام طے نہیں ہو سکے ہیں۔ ہماچل پردیش کے لئے جناب کرشن موہن اور سورج تنویر سکریٹری پنجاب شاخ سے مشورہ طلب کیا ہے۔ کیرالا کے لئے وہاں کے کچھ اردو دوستوں کو لکھا ہے۔ اڑیسہ میں بیگم زہرہ انصاری کی سرپرستی میں ایک اردو لائبریری کٹک میں قائم ہوئی ہے اور ان سے انجمن سے الحاق کے سلسلے میں خط و کتابت ہو رہی ہے۔ آسام میں پہلے ایک ریاستی شاخ قائم ہوئی تھی مگر اس نے کوئی کام نہیں کیا۔ اب وہاں کچھ پرجوش اور مخلص کارکن مل جائیں تو وہاں بھی ریاستی شاخ دوبارہ قائم ہو جائے۔ کوشش یہ ہے کہ ۱۹۷۱ء میں ان تمام ریاستوں میں ہماری ریاستی شاخیں کام کرنے لگیں جہاں اب تک کسی نہ کسی وجہ سے ہماری ریاستی شاخ موجود نہیں ہے۔

ریاستی شاخیں اور ان سے ملحقہ مقامی شاخیں اردو زبان کی بقا اور ترقی کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ وہ وقتاً فوقتاً علمی و ادبی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی رہتی ہیں۔ جو بارہ ریاستی شاخیں فی الحال کام کر رہی ہیں ان سے سال بھر کی کارگزاری کی مختصر رپورٹیں طلب کی گئی تھیں۔ ان میں سے سات نے جواب دیا۔ بہار، مغربی بنگال، مہاراشٹر، پنجاب، جموں و کشمیر سے کوئی رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ ریاستی شاخوں کی کارگزاری کی مفصل رپورٹ، مرکزی انجمن کی مفصل رپورٹ کے ساتھ ہماری زبان کے ایک خاص نمبر میں شائع ہوگی۔ اس وقت موصولہ رپورٹوں کی بنا پر سات ریاستی شاخوں کے کاموں کا ایک خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

اتر پردیش کی شاخ نے بیگم سلطانہ حیات کی نگرانی میں مردم شماری کے سلسلے میں دوروں اور خط و کتابت کے ذریعہ نمایاں کام کیا۔ ریاستی شاخوں کے وفود، ریاستی حکومت کے ذمہ دار اشخاص سے طلبہ کی دشواریاں دور کرانے کے لئے اور ثانوی درجات تک اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لئے ملے۔ لسانی اقلیتوں کے کمشنر کو بھی دشواریوں سے آگاہ کیا گیا۔ ۱۶ رمئی کو کانپور میں ریاستی شاخ کی مجلس عاملہ کا جلسہ ہوا جس میں اتر پردیش میں اردو کا حق منوانے کے لئے آواز بلند کی گئی اور ریاستی شاخ کو اور فعال بنانے کے لئے پروگرام بنا۔

راجستھان کی شاخ کو نائب صدر پنڈت اوتار نرائن نائب صدر کی علالت اور جناب احترام الدین شاغل جنرل سکریٹری کی وفات سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ شاغل صاحب مرحوم راجستھان میں اردو کی تحریک کے روح رواں تھے اور ان کی کوششوں سے ریاستی شاخ نے مخلص اور باعمل کارکنوں کا ایک حلقہ

جمع کر لیا تھا۔ اب ان کی جگہ انتخار احمد مشیم سکریٹری چنے گئے ہیں۔ راجستھان کی شاخ نے مردم شماری کی مہم میں سرگرمی سے حصہ لیا، راجستھان یونیورسٹی میں اردو کی پوسٹ گریجویٹ کلاسیس کھولنے کے لئے جدوجہد کی، ساہتیہ اکاڈمی کے ایما سے راجستھان کے ادیبوں کی ایک انجمن بنائی، ایک تعلیمی کمیٹی کی تشکیل کی جس کے فرائض میں اردو تعلیم کے سلسلے میں دشواریاں دور کرنا، نصابی کتب کی فراہمی اور سرکاری احکام کی تعمیل کی رفتار کو نظر میں رکھنا ہے۔

ریاستی شاخ دہلی نے علمی و ادبی سرگرمیوں کے علاوہ دہلی میں اردو کے تحفظ و بقا کے لئے کوششیں جاری رکھیں، مردم شماری کے سلسلے میں دہلی کے اردو دوستوں کو ان کا فرض یاد دلایا، نیز وفود کے ذریعے سے وزیر اعظم، وزیر تعلیم، وزیر نشر و اشاعت، کارپوریشن کے ذمہ دار افراد اور مردم شماری کے افسران اعلیٰ سے مل کر اردو کے سلسلے میں بے انصافی کو دور کرنے کی کوشش کی۔

مدھیہ پردیش کی ریاستی شاخ نے غالب صدی کے سلسلے میں جلسے، مشاعرے اور سمپوزیم منعقد کئے۔ لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی خدمت میں ایک وفد کے ذریعہ اردو دوستوں کے مطالبات پیش کئے۔ اردو گھر کے لئے چندے کی مہم میں حصہ لیا، ہماری زبان کے لئے خریدار بنائے اور مردم شماری کے سلسلے میں ضروری اقدامات کئے۔ ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانی نصاب میں اردو کو بحیثیت مضمون شامل کرایا، اندور کے گورنمنٹ گرلس کالج میں اردو کا شعبہ قائم کرایا، متعدد ابتدائی اور ہائر سکنڈری اسکولوں میں جہاں اردو کی تعلیم ختم کر دی گئی تھی اردو کے اساتذہ کا تقرر کرایا اور کئی مقامات پر اردو میڈیم اسکول قائم کئے۔

ریاستی شاخ گجرات کو احمد آباد کے زبردست فسادات کی وجہ سے زیادہ کام کرنے کا موقع نہیں ملا پھر بھی یہ شاخ علمی و ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیتی رہی۔

ہریانہ کی شاخ نے متعدد شہروں اور قصبوں میں مقامی شاخیں قائم کیں۔ انبالہ شہر میں اردو کی تعلیم کا انتظام کیا۔ شاخ کا ایک وفد وزیر تعلیم ہریانہ سے ملا اور ریاست میں اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کے لئے انھیں متوجہ کیا۔ اس کے علاوہ شاخ کی کوششوں سے محکمہ لسانیات میں اردو کو مناسب مقام ملا اور ادیبوں اور شاعروں کی خدمات کا خاطر خواہ اعتراف ہوا۔

ریاست آندھرا پردیش کی شاخ کی سرگرمیاں امسال بہت نمایاں رہیں۔ تقریباً ۴۰ مقامات پر اردو جماعتیں قائم کی گئیں۔ اردو اساتذہ کی تقرری، جونیر کالجوں میں اردو میڈیم جماعتوں کا قیام اور یونیورسٹی کی سطح تک اردو میڈیم کی منظوری حاصل کرنا خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مردم شماری کے لئے خاصے بڑے پیمانے پر مہم چلائی گئی کرنول میں کل آندھرا اردو کنونشن نہایت کامیاب رہا۔ آندھرا پردیش کے سترہ ضلعوں میں انجمن کی ۱۴۰ شاخیں قائم ہو گئی ہیں جو سب کی سب فعال اور سرگرم عمل ہیں۔

ریاستی شاخ نے اپنی ادبی اور علمی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔

بہار کی ریاستی شاخ ہماری بہت فعال شاخ تھی۔ اس نے اپنی کارگزاری کی کوئی رپورٹ نہیں بھیجی۔

کل ہند اردو کانفرنس۔

کئی سال سے ہماری کوشش رہی ہے کہ ہم کسی ریاست میں اردو کانفرنس کر سکیں۔ اگر جولائی تک کہیں سے دعوت نہ آئی تو مجبوراً ہم اکتوبر میں ریاستی شاخوں کے نمائندوں، مجلس عام کے ممبروں اور اردو کے ادیبوں، ناشروں اور اخبار نویسوں کا ایک بڑا جلسہ علی گڑھ میں کریں گے۔

ہماری زبان اور اردو ادب۔

ہماری زبان برابر پابندی سے شائع ہوتا رہا۔ یہ اردو کے اخباروں میں اپنی قسم کا واحد اخبار ہے جس میں زبان کی بقا اور ترقی کے علاوہ ادب کی رفتار کا بھی جائزہ لیا جاتا ہے اس کے تنقیدی اور تحقیقی مضامین، مراسلات، تبصرے، شاخوں کی سرگرمیوں کی روداد بھی نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ اب کے اس میں میرے سفر امریکہ کے تاثرات بیس قسطوں میں شائع ہوئے اور ان کو علیحدہ کتابی صورت میں شائع کرنے کی بہت سے احباب نے فرمائش کی۔ اس کے علاوہ میر اصغر کے عنوان سے علی گڑھ کے ادیبوں کے تاثرات بھی بہت مقبول ہوئے۔ اس کے خریداروں کی تعداد ابھی خاطر خواہ نہیں ہو سکی ہماری شاخوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

سہ ماہی اردو ادب اپنا اعلیٰ تحقیقی و تنقیدی معیار برقرار رکھے ہوئے ہے۔ مجلس ادبی کی ہدایت کے مطابق امسال اس میں تحقیقی ادب کے نمونے بھی شائع ہوئے ہیں، مگر رسالے کی روایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحقیقی و تنقیدی پہلو پر زیادہ توجہ ہے۔ میں نے ہماری زبان اور اردو ادب کی خریداری کی طرف ہندوستان کی یونیورسٹیوں کے اردو کے استادوں سے خاص طور پر اپیل کی ہے جس کا نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہونے کی امید ہے۔

ادبی حلقہ۔

اس حلقہ کا مقصد انجمن کی مطبوعات کی نکاسی میں اضافہ کرنا اور اہل ذوق حضرات کو معیاری تصانیف کی فراہمی میں مدد دینا ہے۔ ۲۴ روپے یک مشت یا بالاقساط ادا کر کے اس کی رکنیت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس فیس رکنیت میں ممبروں کو

۴۴ روپے کی مطبوعات دی جاتی ہیں جن میں ۲۰ روپے کی کتابیں بارہ روپے اردو ادب کا سالانہ چندہ اور پانچ روپیہ ہماری زبان کا سالانہ چندہ شامل ہے اس کے ممبروں کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا، مگر اس سلسلے کو قائم رکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

بک ڈپو۔

یہ ادارہ انجمن کی مطبوعات اور دوسرے خاص خاص ناشروں کی کتابیں کتب خانوں، کتب فروشوں اور دوسرے اداروں اور افراد کو فروخت کرتا ہے۔ چند سال پہلے تک پاکستان سے پانچ چھ ہزار سالانہ کے آرڈر موصول ہوتے تھے۔ یہ سلسلہ بند ہو چکا مگر امسال میں نے انجمن کی نئی مطبوعات کی طرف ایک خط کے ذریعہ سے ہماری زبان کے خریداروں کو توجہ دلائی جس کی وجہ سے اس مد کی آمدنی گزشتہ سال سے زیادہ ہے۔ اگر ہماری شاخیں اپنے حلقہ اثر کے کتب خانوں کے لئے کتابیں ہم سے طلب کریں تو ہماری آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ ہر سال خالص علمی کتابوں کے علاوہ کچھ نہ کچھ انتخابات شائع ہوتے رہیں۔ یہ سلسلہ خاصا مقبول ہوا ہے اور کئی انتخابات کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ امسال کی ۱۷،۰۰ میں آمدنی ۱۳۲۲۹۹ ہے۔

کتب خانہ۔

انجمن کے کتب خانہ میں جو نوادر ہیں ان کے مطالعے کے لئے برابر اسکالر علی گڑھ آتے رہتے ہیں۔ اس وقت کتب خانے میں اردو، فارسی اور انگریزی کی ۳۲۲۴۴ کتابیں ہیں جن میں ۱۲۰۱ قلمی نسخے ہیں ۱۲ اردو روزنامے، ہفت روزہ، پندرہ روزہ اخبارات اور ۵۰ رسائل ہماری زبان اور اردو ادب کے تبادلے میں آتے ہیں۔ ان کے علاوہ غیر ملکی سفارت خانوں سے باتصویر رسالے اور پمفلٹ بھی برابر آتے ہیں۔ انجمن ہر سال کچھ کتابیں خریدتی بھی ہے، نادر مخطوطات اور رسائل کی خریداری کے لئے حکومت سے صرف ایک دفعہ ۲۰۰۰ کی رقم ملی تھی۔ اب ریویونگ کمیٹی نے میری یہ سفارش منظور کر لی ہے کہ یہ رقم ہر سال دی جائے۔ اس طرح ہم نادر مخطوطات اور پرانے رسائل کے ذخیرے میں خاطر خواہ اضافہ کر سکیں گے۔

امسال حسب ذیل اشخاص نے کتب خانے سے استفادہ کیا۔

ڈاکٹر عبدالاحد خاں خلیل (لکھنؤ)، ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی دہلی، ڈاکٹر محمد عمر دہلی، جناب فضل امام گورکھپور، ڈاکٹر احمر لاری گورکھپوری، جناب نور السعید اختر بمبئی، ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی لکھنؤ، شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ اور دوسرے اسکالر۔

مطبوعات۔

نسخۂ عرشی (کلیات اردو غالب) کے دوسرے ایڈیشن کی تکمیل میں عرشی صاحب کی علالت کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔ اگرچہ دوسرے ایڈیشن کا متن چھپ چکا ہے مگر حضرت عرشی کا مقدمہ ابھی تک چھپ نہیں سکا۔ امید ہے کہ سال رواں میں یہ کتاب ضرور شائع ہو جائے گی۔ ڈاکٹر وحید اختر کی ضخیم کتاب خواجہ میر درد، تصوف اور شاعری نصف سے زیادہ چھپ چکی ہے۔ کاغذ کی فراہمی میں دیر ہونے کی وجہ سے اب تک اس کی طباعت مکمل نہ ہو سکی، آخر جون تک ضرور شائع ہو جائے گی۔ مقالات حالی جدید ایڈیشن، انتخاب کلام میر، جدید ایڈیشن، اردو صرف ونحو جدید ایڈیشن، انتخاب کلام فراق گورکھپوری جدید ایڈیشن، انتخاب کلام علی جواد زیدی اور انتخاب کلام سراج کو بھی جون کے آخر تک پریس سے آ جائیں گے۔ مطبوعات کے سلسلے میں خسارے کو پورا کرنے کے لئے دس ہزار تک کی رقم حکومت نے دینے کا وعدہ کیا تھا مگر یہ وعدہ بھی دوسرے وعدوں کی طرح شرمندۂ ایفا نہ ہوا۔ اب ریویونگ کمیٹی نے اس رقم کو بطور امداد دینے کی سفارش کی ہے۔ یہ رقم مل جائے تو ہماری بہت سی مشکلات جو کاغذ کی گرانی، اچھے کاتبوں کی کمیابی اور پریس کے اخراجات بڑھ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں دور ہو جائیں گی۔ نئی مطبوعات کی باقاعدہ اشاعت پر فروخت کا بہت زیادہ انحصار ہوتا ہے۔

لغات۔

ایک جامع اردو لغت کی ترتیب کے سلسلے میں چند سال پہلے خاصا کام ہوا تھا چالیس ہزار کے قریب کارڈ تیار ہیں۔ ادھر چونکہ اس مد کے لئے کہیں سے سرمایہ فراہم نہ ہو سکا اس لئے کام کو مجبوراً روک دینا پڑا۔ اب ریویونگ کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ ترقی اردو بورڈ اس کام میں مدد کرے۔ اگر اس سلسلے کے تمام مراحل طے ہو گئے تو یہ اہم کام پھر شروع ہو سکے گا اور امید ہے کہ پانچ سال کی مدت میں یہ لغت مکمل ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ ہماری انگریزی اردو لغت کی بھی خاص مانگ ہے۔ دہلی کے ایک ناشر نے اس کا ایک جعلی ایڈیشن شائع کر لیا۔ لیکن موجودہ قانون کی مشکلات کی وجہ سے ہم اس سلسلے میں عدالتی کارروائی بھی نہ کر سکے اب یہ امید ہوئی ہے کہ ترقی اردو بورڈ کی مدد سے ہم اسے دوبارہ شائع کر سکیں گے۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ اس پر بھی نظر ثانی ہوتی۔ مگر اس کے لئے مزید رقم اور وقت درکار ہوگا۔

اس لئے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے ایسے ہی دوبارہ شائع کردیا جائے۔

بنیادی کتابوں کے سلسلے میں ترقی اردو بورڈ نے انجمن کی کئی پرانی مطبوعات کے دوبارہ شائع کرنے کے لئے امداد دینا منظور کرلیا ہے ترقی اردو بورڈ ایک تہائی کاپیاں خریدے گا۔ ان مطبوعات کی فہرست یہ ہے۔

(۱) فن شاعری۔
(۲) وضع اصطلاحات۔
(۳) قواعد اردو۔
(۴) نکات الشعراء۔
(۵) تذکرہ شعرائے اردو۔
(۶) مخزن نکات۔
(۷) حیات جاوید۔
(۸) سودا۔
(۹) خطبات عبدالحق جلد اوّل۔
(۱۰) خطبات عبدالحق جلد دوم۔
(۱۱) تنقید تحقیق۔
(۱۲) اضافیت۔
(۱۳) ہماری غذا۔
(۱۴) حیات کیا ہے۔
(۱۵) تنقید شعر العجم۔
(۱۶) دریائے لطافت۔
(۱۷) قطب مشتری۔
(۱۸) سب رس۔
(۱۹) نصرتی۔
(۲۰) خطبات گارساں دتاسی۔
(۲۱) داستان رانی کیتکی۔

اردو گھر۔

انجمن کے سامنے اس وقت اردو گھر کی تعمیر کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اخراجات کا تخمینہ سال بھر پہلے آٹھ لاکھ کیا گیا تھا مگر روز افزوں گرانی کے پیش نظر یہ اخراجات نو لاکھ سے کم نہ ہوں گے ڈیڑھ لاکھ انجمن کے پاس موجود ہے چار لاکھ دینے کا وزارت تعلیم نے وعدہ کیا ہے۔ اس طرح ساڑھے پانچ لاکھ کی رقم کا انتظام ہوچکا ہے۔ مزید ساڑھے تین لاکھ کی رقم عطیات اور چندے سے حاصل کرنا ہے۔ اردو گھر کے نقشے کی منظوری میں ڈھائی سال لگ گئے۔ خدا خدا کرکے صدر اور کرنل زیدی کی کوششوں سے یہ مرحلہ تو طے ہو گیا۔ تعمیر کے لئے ٹنڈر طلب کرلئے گئے تھے تو ۲۲/مئی ۱۹۷۱ء کو کھولے گئے۔ مجلس عاملہ نے ۲۳/مئی ۱۹۷۱ء کے جلسے میں صدر اور کرنل زیدی کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ کسی مناسب ٹھیکیدار کو تعمیر کا کام سپرد کریں، انجمن کی طرف سے کام کی نگرانی کے لئے ایک آدمی مقرر کریں اور تعمیر کے سلسلے میں دوسرے مناسب انتظامات کریں۔ اب مزید ساڑھے تین لاکھ کی فراہمی کا مسئلہ ہے۔ تین سال ہوئے میں نے تجویز کی تھی کہ مجلس عام کا ہر ممبر اردو گھر کے لئے اپنے حلقۂ اثر سے ایک ہزار روپیہ جمع کرے۔ اب تک میرے ایک ہزار کے عطیے کے علاوہ جناب فضل الرحمٰن اور مفتی عتیق الرحمٰن اور خواجہ غلام السیدین نے اس مد میں رقمیں بھجوائی ہیں۔ دوسرے ممبروں سے میری اپیل ہے کہ وہ جلد سے جلد یہ رقم فراہم کرنے کے لئے کوشش شروع کردیں۔ اس کے علاوہ پچاس ہزار روپیہ عام چندے سے جمع ہوجانے کی امید ہے جو ہماری زبان کے ذریعے سے کیا جارہا ہے۔ ابھی تک ہماری زبان کے ذریعے سے سو ہزار کے چندے کا اعلان ہوچکا ہے۔ میں اترپردیش، بہار، جموں و کشمیر، مہاراشٹر، آندھرا، میسور کی حکومتوں سے بھی امداد کی اپیل کرتی ہے اس کے علاوہ بمبئی، دہلی، حیدرآباد اور دوسرے بڑے شہروں میں تہذیبی اجتماعات ٹکٹ کے ذریعہ کرتے ہیں۔ کچھ اور ایسے اداروں اور اشخاص کا دروازہ کھٹکھٹانا ہے جو ایسے کاموں میں مدد کرتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں ایک علٰحدہ تجویز مجلس عام میں پیش کررہا ہوں اور یہ امید کرتا ہوں کہ اس پر عمل کے ذریعہ ہم سال بھر میں ساڑھے تین لاکھ روپیہ ضرور جمع کرسکیں گے۔

مردم شماری۔

۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے سلسلے میں ۱۰/مئی ۱۹۷۰ء کو انجمن کی مجلس عام نے ایک کمیٹی بنائی تھی اس کے علاوہ مردم شماری کمشنر سے مل کر مادری زبان کے اندراج کے سلسلے میں دشواریوں کو دور کرنے کے لئے ایک وفد کے اراکین بھی نامزد کئے گئے تھے یہ وفد دوبار مردم شماری کمشنر سے ملا، کمشنر نے ہماری گذارش پر مادری زبان کے اندراج کے سلسلے میں دشواریاں دور کرنے کے لئے اپنے اسٹاف کو مناسب ہدایات دینے اور اردو میں بھی مردم شماری کے سلسلے میں پوسٹر اور پمفلٹ شائع کرنے کا وعدہ کیا۔ کمشنر نے ہماری گذارش پر یہ بھی منظور کرلیا کہ گھر کا کوئی فرد مادری زبان کا اندراج دیکھ سکتا ہے اور فہرست پر اپنے دستخط کرسکتا ہے۔ مردم شماری کمیٹی کی انچارج بیگم سلطانہ حیات مقرر کی گئی تھیں۔ انھوں نے اس سلسلے میں کئی پمفلٹ شائع کئے اور اترپردیش کے اہم مقامات کا دورہ کیا اور مقامی شاخوں کو لٹریچر فراہم کیا۔ انجمن ان کی مساعی کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ لیکن یہاں یہ کہے بغیر بھی بات نہیں رہا جاسکتا کہ باوجود مردم شماری کمشنر کی یقین دہانی کے بہت سے اضلاع میں مردم شماری کے کارکنوں نے اپنا فرض انجام نہیں

ویا اور کئی ریاستوں سے ایسی شکایات موصول ہوئیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ بہت سے اردو بولنے والوں کی زبان کا اندراج ہی نہیں ہوا یا غلط اندراج ہوا۔ ہمارے نزدیک مردم شماری کے لئے اور زیادہ ذمہ دار کارکن مقرر کرنے چاہئیں اور ان کی نگرانی کے لئے کوئی بہتر طریقہ اختیار کرنا چاہیے ورنہ موجودہ تجربے کی روشنی میں اردو دوستوں کا یہ خیال حق بجانب ہوگا کہ نچلی سطح کے کارکن تنگ نظری یا تعصب کی وجہ سے اردو کے ساتھ بے انصافی کرتے ہیں۔

اردو کو بعض ریاستوں میں سرکاری زبان بنانے کے لئے مناسب اقلیت امداد۔

یہ بات اب تجربے سے ثابت ہوگئی ہے کہ جب تک اردو کو ان ریاستوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی معقول تعداد ہے سرکاری طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا، اردو کی ابتدائی اور ثانوی تعلیم اور اس کے چلن میں رکاوٹیں باقی رہیں گی۔ حالیہ انتخابات میں تمام سیکولر پارٹیوں نے اردو کے ساتھ بے انصافی کو دور کرنے پر زور دیا اور شریمتی اندرا گاندھی نے اپنی تقریروں میں یہ تسلیم کیا ہے کہ اردو کے ساتھ بے انصافی ہو رہی ہے اور اسے دور کرنا چاہیے۔ اب مرکز میں ان کی پارٹی دو تہائی اکثریت سے کامیاب ہوئی ہے اور ریاستی حکومتوں میں سے بیشتر میں بھی ان کی پارٹی کی حکومت ہے۔ اس لئے یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ اردو کے ساتھ بغیر کسی تاخیر کے انصاف ہو اور اس کی ترقی کے راستے میں ساری رکاوٹیں دور ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ مجلس عام کے سارے ممبروں کو جلد سے جلد وزیر اعظم سے ملنا چاہیے اور ایک میمورنڈم کے ذریعہ سے انہیں یاد دلانا چاہیے کہ انجمن کے ۱۹۵۴ء اور ۱۹۵۸ء کی عرضداشتوں کا ابھی تک کوئی جواب نہیں ملا ہے انجمن اس کے بعد سے اب تک کئی مواقع پر اردو کے سلسلے میں اپنی شکایات مرکزی حکومت کے علم میں لا چکی ہے۔ اس معاملے میں اب مزید تاخیر کسی طرح مناسب نہیں ہے اور مرکز کو صدر جمہوریہ سے سفارش کرنا چاہیے کہ وہ دفعہ ۳۴۷ کے ذریعہ اتر پردیش، بہار، دلی، آندھرا، مہاراشٹر اور میسور میں اردو کو بھی سرکاری طور پر تسلیم کریں اور اس کے علاوہ پنجاب، ہریانہ، راجستھان، مدھیہ پردیش، مغربی بنگال، مدراس، کیرالا میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے لئے مناسب سہولتیں مہیا کرنے کے لئے ہدایات دیں۔ ہمیں مرکزی حکومت سے یہ بھی درخواست کرنا چاہیے کہ مرکز اور ریاستوں میں لسانی اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا جائے جو سرکاری احکام کی پابندی کرائے اور جہاں جہاں ان احکام کی خلاف ورزی ہو مناسب تادیبی کارروائی کرے۔ ایک نئی اور مفصل عرضداشت تیار کرنے کے لئے مجلس عام کو ایک کمیٹی اس جلسے میں بنا دینی چاہیے جو ایک مہینے کے اندر یہ عرضداشت مرتب کر کے جولائی میں مجلس عاملہ کے سامنے پیش کر دے۔ اس کے بعد مجلس عام کے سب ممبر وزیر اعظم سے یہ عرضداشت لے کر ملیں۔

اس کے علاوہ ہمیں ریاستی شاخوں کو اس پر آمادہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنے تعمیری کاموں کا ایک پنج سالہ منصوبہ جلد سے جلد بنائیں اور اس منصوبے کو مجلس عام کے سامنے پیش کریں۔ جنوبی ہند کی ریاستی شاخوں کا ایک علیحدہ اجتماع بھی ضروری ہے۔ جنوبی ہند میں شمالی ہند کی طرح اردو سے اتنا تعصب نہیں ہے اور وہاں کی ریاستی حکومتیں اردو کے ساتھ انصاف کے لئے زیادہ آمادہ ہو سکتی ہیں۔ جنوبی ہند میں اردو کے کالجوں کا ایک جال بچھانا بھی ضروری ہے جن کو فی الحال ہر علاقے کی یونیورسٹیوں سے ملحق کیا جا سکے۔ جنوبی ہند میں ایک اردو یونیورسٹی کے لئے بھی جدوجہد کی جا سکتی ہے لیکن اس سے پہلے آندھرا، مہاراشٹر، میسور، مدراس، کیرالا میں ڈگری کالجوں کا ایک جال بچھانا ضروری ہے۔

امسال انجمن کے سامنے دو بڑے کام یہ ہیں کہ اول تو اردو کو بعض ریاستوں میں سرکاری زبان تسلیم کرائے دوسرے اردو گھر کے لئے پبلک سے ساڑھے تین لاکھ روپیہ جمع کرے۔ مجھے امید ہے کہ ہم ان دونوں کاموں پر خاطر خواہ توجہ دے سکیں گے۔

دفعہ ۱۴ (۱) کی رو سے مجلس عام کے تمام ممبروں کو پانچ روپیہ سالانہ چندہ دینا چاہیے۔ انجمن کے ان ممبران سے جنھوں نے اب تک اپنا چندہ ادا نہیں کیا ہے میری درخواست ہے کہ وہ جلد سے جلد اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

▲

(پروفیسر) آل احمد سرور
جنرل سکریٹری

مراسلات

رگوید

محترمہ مسرت جہاں کا استفسار ہماری ایک بڑی فروگذاشت کی نشاندہی کرتا ہے، جس کے لئے وہ ہمارے شکریہ کی مستحق ہیں۔ رگوید ایک قدیم ترین صحیفہ ہے، ہندوؤں کا متبرک گرنتھ، جو کوبی (GOCOBI) کے نزدیک یہ سن عیسوی سے ۴۰۰۰[1] سال پہلے ہمارے روشن خیال اور عالی فطرت بزرگوں پر نازل ہوا اور ہمارے اخلاق کی تہذیب و ترتیب کا موجب بنا۔ ہر چند یہ ایک مذہبی کتاب ہے مگر انشا کے لحاظ سے بھی اعجازی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی شاعری سے متعلق بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں جوش ہی جوش ہے فرش کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، یہ تحقیقی معنی میں "کلید دانش" ہے۔

رگوید کا ترجمہ یورپ کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے، اب تو فارسی میں بھی مل سکتا ہے۔ ہر چند وہ لوگ اسے وحی، القا یا الہام نہیں سمجھتے، مگر تحقیق و تنقید میں گرم جوشی سے مشغول اور اس کی خوبیوں کے معترف ہیں۔ مگر محترمہ کو یہ پڑھ کر تعجب اور افسوس ہوگا کہ اردو میں اس کا ترجمہ ملنا ممکن نہیں اور نہ آج تک اس پر کوئی علمی و ادبی غور و فکر کی ضرورت سمجھی گئی ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے "آفتاب"[2] کے عنوان سے گائتری منتر کا منظوم ترجمہ "مخزن" میں چھپوایا تھا، ایک طویل تمہید میں انھوں نے اپنی معذوریاں ان الفاظ میں بیان کی ہیں۔

"لیکن اس خاص صورت میں دقت اور بڑھ گئی کیونکہ اصل الفاظ کی موسیقیت اور وہ طمانیت بخش اثر جو ان کے پڑھنے سے دل پر ہوتا ہے اردو میں منتقل نہیں ہو سکتا۔ گائتری کے مصنف نے اپنے اشعار میں ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کے حروف علت و صحیح کی قدرتی ترکیب سے ایسی موسیقیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا غیر زبان میں منتقل کرنا ناممکنات میں سے ہے، ترجمہ کرنے کو میں نے کر دیا مگر مجھے اندیشہ ہے کہ سنسکرت داں اصحاب اس پر وہی رائے قائم کریں گے جو چیپ مین (CHAPPMAN) نے پوپ (POPE) کا ترجمہ ہومر (HOMER) ترجمہ کر کی تھی، یعنی شعر تو خاصے ہیں مگر یہ گائتری نہیں۔"

ممکن ہے انھیں دشواریوں کے پیش نظر کسی ادیب یا شاعر نے ادھر کا رخ نہیں کیا۔

کشمیر کے قیام کے دوران میں شاعرانہ ماحول سے متاثر ہو کر اثر لکھنوی نے "تخلیق" کا منتر منظوم کیا تھا، نیاز فتح پوری نے ترجمے سے متعلق یہ لکھا ہے:

"موضوع کے لحاظ سے جناب اثر نے جیسے مناسب و موزوں الفاظ تلاش کیے ہیں وہ داد سے بے نیاز ہیں۔"

اور منتر کے متعلق ڈیوسن (DUESERN) کا یہ کہنا ہے کہ "یہ منتر انسانی تخیل و پرواز کا صحیفۂ زریں ہی نہیں بلکہ ادبی شاہکار بھی ہے۔"

قارئین "ہماری زبان" کی ضیافت طبع کے لئے نظم درج ذیل ہے ؎

نیستی کا تھا وجود اور نہ ہستی کا وجود
نہ ہوا کا تھا نشاں اور نہ یہ چرخ کبود
نہ ہویدا تھا نہ پنہاں نہ زماں تھا نہ مکاں
نہ محیط اور نہ اس کا محیط نامحدود
موت نایاب تھی معدوم تھی اس وقت حیات
رات اور دن، نہ تغیر نہ تسلسل نہ قیود
ایک دھڑکن تھی جو تھی چادر تنہائی ہوئی
وجہ تحریک؟ فقط جوش خود اس میں موجود
اس سے باہر تھی کوئی شے نہ زوال اور نہ دوال
نہ بلندی تھی نہ پستی تھی، نہ ورود اور صعود
ایک ظلمت تھی جو چھائی ہوئی تھی ظلمت پر
جادہ و میل نشان منزل و رہرو مفقود
اس خلو میں حرکت سے ہوئی حدت پیدا
اور حدت سے ہوا بحر کا پھر تار و پود
ناگہاں بحر میں پھر "موج ارادہ" اٹھی
جوہر نطق و تخیل سے تجلی آلود
رہنمائی میں تعقل کی خود مندوں پہ
یہ کھلا بود کا رشتہ ہے بدست نابود
روشنی گرمی اندیشہ سے ظلمت میں ہوئی
وہ جو ہے، نور کہ ظلمت میں کہاں ہے موجود
قوت فکر وہی جذبۂ تخلیق وہی
ہمہ جولانی و سرگرمی و در بست و کشود

---

[1] محققوں کو اس میں اختلاف ہے میکس مولر (MAX MULER) ۱۲۰۰ قم کہتے ہیں، کوبی (GACOBI) ۴۰۰۰ برس اور تلک ۶۰۰۰ برس

[2] باقیات اقبال۔

[3] ماہ و ماہیہ

عقل عاجز ہے کہ وہ کیا ہے کہاں ہے کیوں ہے

ہست کیونکر وہ ہوا؟ اور ہے کیا وجہ نمود
دیوتا خلق ہوئے ارض کی تخلیق کے بعد
کون ہے پھر جو کرے منکشف اسرار شہود

راقم سطور نے بھی اس منتر کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ موازنہ دکھانا مقصود نہیں، صرف اس لئے درج کیا جاتا ہے کہ جناب اثر نے اس منتر کا آخری شعر ارادتاً مصلحتاً یا سہواً حذف کر دیا ہے[1] جس سے منتر کا مرکزی خیال، جو اس کی جان ہے فنا ہو گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

میرا عنوان "ابتدائے آفرینش" ہے

رگ وید X — ۱۲۹

نہ عدم تھا، نہ وجود، نہ کرۂ باد، نہ ارض و سماء۔
کس کو ڈھانپا؟ کہاں اور کاہے سے؟ کیا پانی تھا بحرِ گراں عمیق!

نہ فنا تھی، نہ بقا، نہ شب و روز کی تمیز کی کوئی علامت۔
وہ نفس نفیس، ساکت اپنی فطرت کی نمو میں آپ ہی متنفس تھا ورنہ ہر سو نیستی ہی نیستی تھی۔
ظلمت تھی ظلمت میں مستور، مادہ ہیولا کا بے ہنگم ڈھیر تھا تمام و کمال۔
عالم ناسوت، بحرِ تاریک تھا، بے نظم، ضیا سے بیگانہ۔
خار و خس میں دبا ہوا بیج قدرت کاملہ اور دل سوزی کی حدت سے پھوٹ بہا۔
آغاز میں اس پر ہوئی نازل "محبت" کی پہلی کرن، کرن کی پہلی نمو۔
شاعروں نے من کی گہرائیوں میں ڈوب کر، عدم میں سے وجود کو ڈھونڈ نکالا۔
تفریق و تمیز کی حدیں باندھ دیں مگر نہ بتا سکے کہ کیا تھا فضا کی بلندیوں اور پستیوں میں قوت خلق بھی تھی، عناصر میں بے پناہ قوت نمو بھی، یہاں عمل کی فراوانی تھی اور وہاں قسمت عزم
اور کون جانتا ہے؟ ہاں کون بتا سکتا ہے؟ یہ گوناگوں مخلوق کہاں سے آئی۔
دیوتا تو آفرینش کے بعد آئے، پھر کون جانے، یہ عالم کس طرح ظہور میں آیا۔
وہ آفرینش کا مبدء، جس کی نگاہیں فلک الافلاک سے دنیا پر بصیرت افروز ہیں۔
کیا وہی خالق ہے یا کوئی اور؟ وہی جانتا ہے اور شاید وہ بھی نہیں جانتا!

راقم نے کئی اور منتروں کے ترجمے بھی کئے ہیں جو "پرچم ضیا" "نگار" اور "ہماری زبان" میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور پسند کئے گئے ہیں، یہ میرا دعوےٰ نہیں بلکہ دعوت ہے، کہ اہل علم آئیں اور اس ذمہ داری کو سنبھالیں اور رگوید کے ترجمے کی تکمیل کا بندوبست کریں۔ اگر "جو بولے سو کنڈی کو جائے" کی بات ہے تو بندہ حاضر ہے۔ یہ کام بڑی مستعدی اور احتیاط سے سر انجام دینے کی کوشش کروں گا۔

میرے تراجم، نیاز فتح پوری، ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر تارا چند، ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین، ڈاکٹر وحید مرزا، ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر رشید احمد صدیقی، پروفیسر آل احمد سرور اور ہند و پاک کے دوسرے مشاہیر نے پسند فرمائے ہیں اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ میں اس کام کو خوش اسلوبی سے سر انجام دے سکتا ہوں۔

برہم ناتھ دت

▲

[1] یہ شعر اثر صاحب نے ترجمے میں حذف کر دیا۔

انجمن کی خبریں

یوسف فیض انصاری کا حادثۂ رحلت

کامٹی ضلع ناگپور۔ علاقہ ودربھ کی شاخ انجمن ترقی اردو ہند کے جنرل سکریٹری جناب یوسف فیض انصاری صاحب کا ۵۲ سال کی عمر میں ۸ رمئی کو یہاں حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا۔ مرحوم فیض نے اس علاقے میں پوری عمر جس لگن اور جوش و ہمت کے ساتھ اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کی جو مخلصانہ کوششیں کی ہیں وہ یقیناً تاریخ میں جگہ پائیں گی۔ انھوں نے پورے ربع صدی انجمن ترقی اردو ہند کا نام اور کام زندگی کی آخری سانس تک یہاں روشن رکھا اپنی تنظیم کارکردگی کی وجہ سے وہ یہاں کے بابائے اردو تھے سچ تو یہ ہے کہ وہ صرف اردو کی خدمت کے لیے تھے اور اس پر اپنی جان بھی دی اور مالی اعتبار سے اپنی عمر بھر کی پوری کمائی بھی اس تحریک کی نذر کر دی۔

وہ ایک سلجھے ہوئے اور ترقی پسند ادیب و صحافی کی حیثیت سے پورے ملک کے ادبی اور علمی حلقوں میں مقبول و مشہور رہے فیض انصاری مرحوم کی قلمی کاوش نے جہاں اردو ادب کو اس علاقے میں ترقی دی وہاں ان کی ہمت افزائی سے نئے نئے لکھنے والے بھی اس میدان میں آگے بڑھے۔

مرحوم فیض انصاری کی علمی اور ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۵۲ء میں ہوا جبکہ انھوں نے بچوں کا پہلا ماہنامہ عزیز ناگپور سے شائع کیا اس کے بعد انجمن اشاعت اردو کی تشکیل کی جس کے وہ ناظم اعلیٰ بنے اس انجمن کے ذریعہ اردو کی نشر و اشاعت کا کام آتا ہوا کہ جس کی ایک تاریخی حیثیت ہے اس انجمن کی کارکردگی کی وجہ سے مرحوم کا تعلق بابائے اردو مولوی عبدالحق اور ملک کے دوسرے ممتاز ادیب اور دانشوروں سے قائم ہوا۔ اور ناگپور میں کل ہند انجمن ترقی اردو کی تاریخی اور عظیم کانفرنس منعقد ہوئی اور پورے صوبے میں انجمن ترقی اردو کی شاخوں کا جال پھیلا ۱۹۶۰ء میں ناگپور سے ہفتہ وار مسلم۔ مولانا محمد علی جوہر کے ایک تربیت یافتہ صحافی مسٹر تاج الدین کی معیت میں شائع کیا بعد میں وہ سالہا سال ناگپور سے متعدد ماہنامے بڑے ہی تزک و احتشام سے اپنے ذاتی خرچ پر شائع کرتے رہے انصار دین کامٹی کے نائب مدیر کی حیثیت سے بھی ملک کی صحافتی زندگی میں نام پیدا کیا۔

مرحوم کا آخری علمی و ادبی کارنامہ ماہنامہ خیال کامٹی کی اشاعت ہے۔ جو ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۱ء تک جاری رہا اور ملک کے ادبی اور علمی حلقوں میں اپنے معیار کی بلندی کے باعث بہت ممتاز مقام حاصل کیا اس پر ان کے ہزارہا روپیہ صرف ہوئے۔ اسی دوران ۱۹۷۰ء میں کرشن چندر کی صدارت میں بمقام ناگپور کل ہند اردو مصنفین کنونشن بھی منعقد کیا جس کے اخراجات کا پورا بار مرحوم ہی نے برداشت کیا۔

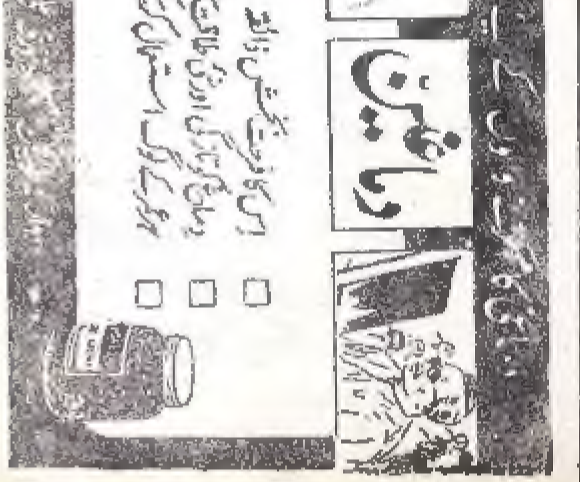
مرحوم کی ذات اردو علم و ادب کے لئے ایک انجمن تھی یہاں کی تمام اس نوع کی سرگرمیاں انھیں سے متعلق تھیں اہل علم کے لئے ان کی دلداری اور جہانداری نے کامٹی کو ایک مرکز علم و ادب بنا رکھا تھا۔

ان کی زندگی میں آخری بار ابھی چند ہفتے ہوئے انہیں کے زیر صدارت یہیں ڈاکٹر سرور کی مرحوم کے کے لئے یہاں ایک تعزیتی جلسہ ہوا اس میں غیر معمولی درد کے ساتھ ڈاکٹر سرور کی وفات کو اردو علم و ادب کا عظیم اور ناقابل تلافی نقصان مرحوم نے قرار دیتے ہوئے بڑی دلدوز تقریر کی تھی آج یہ محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے وہ یہ سب کچھ اپنے لئے کہہ رہے ہوں۔

خدا مرحوم کی مغفرت فرمائے آمین

افسوس کہ مرحوم کے پسماندگان میں صرف ایک سوگوار بیوہ ہی موجود ہے۔

• محمد ظہیر وارثی



اخبار و اذکار

حلقۂ ادب رانچی کا ادبی جلسہ

رانچی:- حلقۂ ادب رانچی کا ایک یادگار ادبی جلسہ زیر صدارت جناب سید بخشش حسین، ڈیولپمنٹ افسر (اے۔ ٹی۔ ایس۔ رانچی) بر قیام گاہ جناب ڈاکٹر غفران بے، پرنسپل گورنمنٹ ہائی اسکول، رانچی منعقد ہوا۔ معزز مہمانوں سے حلقۂ ادب کا تعارف کراتے ہوئے پروفیسر احمد سجاد نے فرمایا کہ یہ رانچی کا واحد ادبی حلقہ ہے جو چھوٹا ناگپور کی سنگلاخ سرزمین میں اردو کی خدمت کر رہا ہے۔ حلقۂ ادب کے محنتی کارکنوں نے ۷۱ء کی مردم شماری میں کارہائے نمایاں انجام دیا ہے اور چھوٹا ناگپور کے دور دراز قصبوں اور دیہاتوں کی اردو آبادی کو جائز حقوق کے لئے بیدار کیا اور ہر جگہ مردم شماری سے متعلق پوسٹر اور ہینڈبل تقسیم کروائے۔ موصوف نے آگے بتایا کہ اس سے قبل بھی ملک کے ممتاز دانشوروں ادباء، شعراء وغیرہ نے اس میں شرکت کی۔

اس ادبی جلسہ میں بہت سے ممتاز و نامور ادیبوں اور شعراء نے شرکت کی اور اپنے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔

• اسلم پرویز

انبارہ ضلع ٹونک میں مشاعرہ اور کوی سمیلن

انبارہ قصبہ میں جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب سعیدی کی تحریک پر حضرت بسمل سعیدی کے اعزاز میں انہی کی صدارت میں ایک غیر طرحی مشاعرہ اور کوی سمیلن ہوا۔

مشاعرہ سے قبل جناب حبیب الرحمٰن خاں صاحب ایڈوکیٹ نے "اردو اور انبارہ" پر جامع مقالہ پڑھا جو مختصر ہونے کے باوجود تاریخی اعتبار سے اہم دستاویز ہے۔ مشاعرہ میں مقامی شعراء اور کوی صاحبان کے علاوہ ٹونک، علی گڑھ، سوائی مادھوپور، جے پور، کوٹہ اور احمد آباد کے شعراء نے حصہ لیا۔

اہل ٹونک کی دعوت پر حضرت بسمل سعیدی اپنے تازہ مجموعۂ کلام "اوراق زندگی" کی رسم اجراء کی تقریب کے سلسلہ میں ٹونک تشریف لائے تھے۔

• نامہ نگار

کلکتہ ریڈیو اسٹیشن سے اردو پروگرام

چند سال پہلے ادارۂ فروغ اردو شب پور ہوڑہ نے کلکتہ ریڈیو اسٹیشن سے اردو خبریں اور دیگر پروگرام کے لئے ایک تحریک شروع کی تھی۔ کافی دوڑ دھوپ کے بعد حکومت نے اپنی پالیسی نرم کی ہے اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشن سے اردو پروگرام نشر کرنا شروع کر دیا ہے حالانکہ ابھی یہ پروگرام پانچ منٹ کے نیوز بلیٹن کی صورت میں روزانہ چار بار نشر کئے جاتے ہیں ان کے علاوہ مہینے میں دو تین دیگر اردو پروگرام کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

اردو داں حضرات اور پروگرام کے شائقین سے گذارش ہے کہ اس پروگرام کو بہتر بنانے کے لئے مرکزی شعبۂ اطلاعات و نشریات کو اپنے مفید مشوروں سے مطلع کریں اور مزید پروگرام بڑھانے کے لئے فرمائش کریں۔

ایم۔ اے قاسم سکریٹری

نئے زاویے کا ایک خصوصی جلسہ

گورکھپور:- نئے زاویے کا ایک ادبی جلسہ امان اللہ عباسی کی قیام گاہ پر ڈاکٹر سلام سندیلوی کی صدارت میں نئے زاویے کے نائب صدر محمد احسن رضوی کو نباتات میں ڈاکٹریٹ ملنے پر خراج تحسین پیش کرنے کے لئے کیا گیا جس میں گورکھپور کے ممتاز ادیب، شاعر، نقاد اور صحافی موجود تھے۔ ایم۔ کوثر ہادی راہی نے احسن کا تعارف کراتے ہوئے ان کی شخصیت پر اظہار خیال کیا کہ احسن کی شاعری کی عمر خاصی ہے۔ ان کی فکر کا انداز ان کا لب و لہجہ اس لائق ہے کہ اس کی تعریف نہ صرف زبان سے بلکہ قلم سے بھی کی جائے۔ انھوں نے سائنس میں کام کیا ہے جس سے ان کے فن کو نئی روشنی ملے گی۔

ڈاکٹر سلام نے راہی کے اس خیال کی تائید کرتے ہوئے "اردو ادب اور سائنس" کے عنوان سے ایک جامع تقریر کی اور کہا کہ سائنس سے ادب میں ایک نئی خارجیت کا ظہور ہوتا ہے اردو ادب میں اس کی کمی ہے یہ کمی احسن پوری کریں گے۔

اس کے بعد شعری نشست میں نامور شعراء نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔

• حبیش اشک، ناظم نشر و اشاعت

▲

صفحہ ۱۲ سے آگے

یہ بھی نہیں جانتے کہ اکبر آباد اور عظیم آباد کون سے شہر ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک بنیادی معاملات میں رد رعایت اردو کے ساتھ ہمدردی نہیں دشمنی ہے، ادب کی تعلیم میں پہلی چیز معیاری ادب کا مطالعہ ہے، اس کے بعد اس ادب کی پرکھ۔ آجکل طلبہ ہر شاعر اور نثر نگار کے متعلق نقادوں کی رائے تو پڑھ کر یاد کر لیتے ہیں اور امتحان میں لکھ بھی دیتے ہیں، مگر شاعر یا نثر نگار کا براہ راست مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ خود متن سے واقفیت تو خیر برائے نام ہے، صنائع بدائع سے بھی بہت سرسری ملاقات ہے اور اگر بدقسمتی سے کتاب ذرا پرانی ہوئی تو اس کا پڑھنا دردِ سر سمجھا جاتا ہے۔ اس اوپری اور سرسری مطالعے سے ادب کا کیا ذوق پیدا ہوگا اور ادب زندگی کو جو قدریں دیتا ہے اس کا کیا خاک عرفان ہوگا، پھر ایک یہ کوتاہی بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ شاعری میں اقبال تک اور نثر میں پریم چند تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہی قابلِ اعتنا ہے اس کے بعد جو کچھ بھی ہے بکواس ہے، خرافات ہے، ہر اچھے استاد کو کلاسیکی ادب کے علاوہ معاصر ادب پر بھی نظر رکھنا چاہئے، یہ کیا ضرور ہے کہ جب تک کوئی مر نہ جائے اس کے کارنامے پر توجہ ہی نہ ہو اردو کے شعبے اگر اردو ادب کا اچھا معیار عام کرنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ علاوہ کلاسیکی ادب کے ہم عصر ادب کے معنی خیز حصے بھی پڑھائیں اور اس کے ساتھ درس و تدریس کے علاوہ لکچروں، مقالوں، مباحثوں، ڈراموں، ادبی صحبتوں، کبھی کبھار چند شعرا کو بلا کر ان کا کلام سننے اور ان سے ان کے فکر و فن کے متعلق تبادلۂ خیالات کرنے کا بھی انتظام کریں۔ اچھے شعرا کا کلام ٹیپ کرائیں، میر و غالب کو جو لوگ اچھی طرح پڑھ سکتے ہیں اور ان کے کلام کی تہوں کی طرف اپنے لب و لہجے سے اشارہ کر سکتے ہیں، ان سے مدد لیں۔ آغا حیدر حسن کی طرح جو بیگماتی زبان بولتے ہیں ان کی باتیں ریکارڈ کریں۔ طلبہ کو اچھے رسالے اور نئی کتابیں پڑھنے کی طرف مائل کریں۔ پھر موجودہ دور کے اہم فکری میلانات کا طلبہ کو احساس دلائیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے پیدا کردہ مسائل، جمہوریت، سیکولرزم، سوشلزم۔ ہندوستان کی تاریخ، تہذیب، تصوف، بھگتی تحریک، ہندوستانی نشاۃ الثانیہ کے علم کے علاوہ جدید ہندوستانی زبانوں کے چوٹی کے فنکاروں سے کچھ واقفیت، ان سب چیزوں پر زور دیں، تب جا کر ادب کی تعلیم کا حق پورا ہوگا۔

اردو زبان و ادب کی اچھی اور معیاری تعلیم کے ذریعے سے ہی ہم اس کا شعور اور ذوق آنے والی نسلوں تک منتقل کر سکتے ہیں۔ ان نسلوں کو یہ تو احساس ہونا چاہئے کہ ہمارے پاس جو فکر و فن کی دولت ہے وہ کیسی ہے اور کیوں ہم ان تمام حقوق کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جو جمہوریت نے ہمیں دئے ہیں۔ حقوق کی لڑائی جیتنا ہے تو فرائض کی پاسداری سے چلنا پڑے گا۔ دوسرا کوئی راستہ نہیں۔ جو اپنے دائرے میں مضبوط ہے، اسی کی توانائی دوسرے دائروں میں بھی کام آ سکتی ہے جو اپنے دائرے میں کمزور ہے وہ اپنی کمزوری بھی عام زندگی میں منتقل کر دے گا۔

کتابیں ملیں

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

سوالوں کے سفیر

مرتب: عقیل شاداب، ظفر غوری، کرشن گوپال

ناشر: مولانا آزاد لائبریری ایجوکیشن رامپورہ کوٹہ راجستھان

صفحات: ۱۱۲ قیمت: دو روپے

توسّل القرآن

مولفہ: خدیجہ بنت سیدنا طاہر سیف الدین

ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ پرنسس بلڈنگ جے جے اسپتال بمبئی ۳

صفحات: ۶۲ ، قیمت: پچاس پیسے

قادر نامہ غالب

مصنف: عبد القوی دسنوی

ناشر: شعبۂ اردو سیفیہ کالج بھوپال

صفحات: ۳۲ ، قیمت: ۵۰ پیسے

رسالہ صبح کا ابوالکلام آزاد نمبر

مدیر: عبد اللطیف اعظمی

ناشر: انجمن ترقی اردو دہلی کوچہ پنڈت [illegible]

صفحات: ۲۰۰ ، قیمت: تین روپے

مسنکٹ مرچک

مصنف: نیپالی

ناشر: جن ہت پرکاشن [illegible] شیواجی مارگ

صفحات: ۴۳

قیمت: ایک روپیہ

آل احمد سرور

میرا صفحہ

ہندوستان میں یونیورسٹیوں کی تعداد اب ۴۵ تک پہنچ گئی ہے۔ اکثر ریاستوں میں پانچ سے کم یونیورسٹیاں نہیں ہیں۔ یونیورسٹی میں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تعلیم کے معیار میں اضافے کے بجائے زوال محسوس ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض یونیورسٹیوں کا اور بعض شعبوں کا معیار بہت اچھا ہے مگر عام معیار کسی طرح قابل اطمینان نہیں کہا جا سکتا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ درست نہ ہوگا کہ تعلیم پھیلتی جائے اور تعلیم کا معیار گھٹتا جائے۔ موجودہ معیار تعلیم کی پستی کا الزام صرف طلبہ پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ یہ ضرور ہے کہ طلبہ میں بے چینی، شورش، ہنگامہ کرنے کی عادت بڑھتی جاتی ہے۔ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہنگامے بھی ہوتے ہیں۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو طلبا اول تو جس مقصد سے یونیورسٹی میں داخل ہوتے ہیں یعنی روزگار کے لئے ڈگری، وہ مقصد اکثر و بیشتر پورا نہیں ہوتا۔ دوسرے عام طور پر یونیورسٹیوں کا ماحول ایسا ہے کہ طلبہ کا نہ استادوں سے کوئی خاص رشتہ ہو پاتا ہے، نہ انھیں درس و تدریس کے علاوہ تہذیبی سرگرمیوں اور تعمیری کاموں کا ایسا سلسلہ ملتا ہے جس سے وہ دلچسپی لیں اور جو علاوہ تعلیم کے ان کی سیرت و شخصیت پر اثر انداز ہو سکے۔ اس کے علاوہ ملک میں اب خدمت، اخلاق، تہذیب، انسانیت، رواداری، میل محبت کی قدروں کے بجائے، کامیابی اور ہر قیمت پر کامیابی کی قدر زیادہ مقبول ہوتی جاتی ہے۔ گویا ایک طرف تعلیم اور زندگی میں خلا ہے، دوسری طرف خود تعلیم ناقص ہے اور جیسے جو بھی اس کا سامنے کا مقصد ہے یعنی روزگار فراہم کرنا، اس کی بھی کوئی ضمانت نہیں ہے، اس لئے روز بروز یونیورسٹیوں کی فضا ہنگامہ پرور ہوتی جاتی ہے۔ اس ماحول کی ذمہ داری سب سے زیادہ نظام ریاست کے چلانے والوں یعنی حکومت اور پھر یونیورسٹیوں کے ارباب اقتدار پر ہے کیونکہ انھیں کو دیکھ کر لوگ اپنا طریقہ کار متعین کرتے ہیں، پھر بھی اس صورت حال کے لئے استاد بھی ذمہ دار ہیں۔ استاد بڑی حد تک جگر کے اس مصرعے کی تفسیر ہیں۔

سینہ خالی، آنکھیں ویراں، دل کی حالت کیا کہئے

استادوں کی اس حالت کی ذمہ داری بھی ارباب حل و عقد پر آتی ہے۔ استادوں کے تقرر کے جو طریقے مقرر ہیں ان میں اصلاح ہو سکتی ہے مگر بحیثیت مجموعی ان سے بھی پورا کام نہیں لیا جاتا۔ خاصی تعداد میں تقرر محض صلاحیت کی بنا پر نہیں ہوتے۔ یہ استاد ظاہر ہے کہ یونیورسٹیوں کے علمی ماحول کو اپنے داؤ پیچ اور سیاست سے برابر مجروح کرتے رہتے ہیں۔ یہ بجائے اس کے کہ طلبہ پر پوری توجہ کریں، وقت پر پڑھائیں اور ایمانداری سے پڑھائیں، طلبہ کی مقبولیت حاصل کرنے کے لئے ان کی بے جا رعایت کرتے ہیں۔ اچھے معیار پر اصرار نہیں کرتے۔ نمبر دینے میں بہت فیاضی سے کام لیتے ہیں۔ حاضری پوری کر دینے میں انھیں عذر نہیں ہوتا۔ موقع ملے تو امتحان کے پرچے کے سوال بھی پہلے سے بتا دیتے ہیں۔ اردو کے استادوں کو تو اور بھی بہانہ ہے کہ اردو ویسے ہی کس مپرسی کی شکار ہے، اردو کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے، اگر طلبہ کو زیادہ سے زیادہ نمبر نہیں ملیں گے تو پھر وہ اردو جیسا مضمون جس کی بازار میں کوئی مانگ نہیں، کیوں لینے لگے۔ ہمارے نزدیک یہ سب باتیں، اردو کے ساتھ دشمنی کے مترادف ہیں، ہمیں بہر حال معیار پر اصرار کرنا چاہئے۔ نصاب کو موجودہ ضروریات کے مطابق ترتیب دینا چاہئے، اس کا مقصد استاد کے ذہن میں واضح ہونا چاہئے۔ پھر یہ نصاب ایسا ہونا چاہئے جو مقررہ وقت میں پورا کیا جا سکے۔ لیکچروں کا پرانا طریقہ جس میں استاد ہی بولتا رہے اور طلبہ چپ سنتے رہیں بدلنا چاہئے۔ طلبہ کو سوالات کے ذریعہ درس میں شرکت کرنی چاہئے۔ استاد کو درس کے علاوہ تحریری کام پر بھی بہت زور دینا چاہئے۔ تحریری کام میں سب سے پہلے زبان پر توجہ کرنی چاہئے۔ آج کل کے طالب علم بہت سے فارسی عربی کے ایسے الفاظ کے جو اردو ادب میں عام طور پر برتے جاتے ہیں ہجے نہیں کر سکتے نہ ان کے صحیح معنی بتا سکتے ہیں۔ قیاس کے گھوڑے دوڑاتے ہیں، استاد زبان کی درستی پر زور نہیں دیتا صرف خیالات کو دیکھتا ہے۔ وہ نظم و نثر کے صحیح پڑھنے پر اصرار نہیں کرتا۔ میں نے ایم۔ اے کے طلبہ کو بھی غالب کے اس مشہور مصرعے۔

غم ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج

کو مرگ علاج پڑھتے سنا ہے۔ فسانۂ عجائب کی عبارت تو اچھے اچھے صحیح نہیں پڑھ سکتے، معنی بتانا تو در کنار۔ ظاہر ہے کہ اگر بنیاد کمزور ہوگی تو اس قسم کی غلطیاں ایم۔ اے کی منزل پر دور کرنا بہت مشکل ہے مگر اس کی کوشش تو کی جا سکتی ہے اور اس کے ساتھ اس پر بھی توجہ کی جا سکتی ہے کہ بی۔ اے کی منزل پر اور اس سے پہلے ثانوی تعلیم کی منزل پر صحیح اردو پڑھنے اور لکھنے پر اصرار ہو۔ املا، محاوروں، استعاروں، الفاظوں لکھنے کا مرض تو بہت عام ہے۔ بہت سے طلبہ

(باقی صفحہ ... پر)

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ، پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم۔ اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند سے شائع کیا

REGD. NO. L. 922   فون نمبر ۲۹   R. NO. 2166/57